چند جزوی مسائل ہیں جن سے خاص خاص لوگوں یا بعض اداروں کو ذاتی یا رسمی طور پر دلچسپی ہے اور بس وہ اسی ایک لکیر کو پیٹے چلے جارہے ہیں۔ اُن کے نزدیک ایک قوم کا عروج و زوال گویا انہیں دو ایک باتوں کے ہونے نہ ہونے پر موقوف ہے۔ پھر ایک سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ ملکی اور وطنی زندگی میں بحیثیت مجموعی مسلمانوں کا اندازِ فکر اور اُن کا طرزِ عمل یا دفاعی ہے اور یا منفی۔ ایجابی اور اِقدامی ہرگز نہیں ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ملازمتوں میں مسلمانوں کو اُن کی آبادی کے تناسب کے مطابق حصہ نہیں مل رہا ہے جس کی وجہ سے اُن کی اقتصادی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ شکایت سرتاسر بجا اور درست ہے لیکن سوال یہ ہے کہ خود مسلمانوں نے نونہالانِ قوم کے تعلیمی معیار کو اونچا کرنے کے لئے کیا کیا؟ اُن کے قومی اداروں کا کیا حال ہے؟ اسلامیہ کالجوں کی حالت ہر اعتبار سے کس درجہ سقیم ہے؟ انھوں نے اقتصادی زبوں حالی دور کرنے کے لئے کتنے کارخانے کھولے؟ کتنے ٹیکنیکل کالج قائم کئے؟ مسلمانوں کے ہر جلسہ میں اردو کے متعلق ایک ریزولیوشن منظور ہوجاتا ہے۔ مگر خود اُن کا اُردو اخبارات۔ اور اُردو کی کتابوں اور اُن کے مصنفوں کے ساتھ کیا رویّہ ہے؟ انہیں شکوہ ہے اور بالکل بجا ہے کہ اسکولوں میں نصاب کی بعض کتابیں پڑھ کر اُن کے بچے گمراہ ہوجائیں گے۔ مگر انھوں نے اس کا کیا بندوبست کیا ہے کہ اُن کے بچے اور بچیاں خود اُن کی غیر مذہبی اور غیر اخلاقی زندگی سے گمراہ نہ ہونگے۔ اُنہیں سوچنا چاہیئے کہ خود اُن کے گھروں کا کیا ماحول ہے؟ اور اس ماحول میں احکامِ شریعت کا احترام کتنا ملحوظ رکھا جاتا اور دن رات میں کَے بار اللہ اور اُس کے رسول کا نام زبانوں پر آتا ہے؟ ہم کو اکثریت سے شکایت ہے کہ اُس کا برتاؤ ہمارے ساتھ فراخدلی کا نہیں ہے۔ لیکن خود ہمارے معاملات اپنے بھائیوں۔ عزیزوں اور ہم جنسوں کے ساتھ کس قسم کے ہیں؟ ہم میں کتنے فیاض ہیں اور کتنے خود غرض؟ فطرت کا قانون یہ ہے کہ قومیں احتسابِ نفس اور اُس کے مطابق عملی جدّ وجہد سے ترقی کرتی ہیں۔ ظلم پر احتجاج اور اپنے حقوق کا مطالبہ، یہ دونوں بھی ضروری ہیں۔ لیکن یہ مفید اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے ساتھ تکمیلِ حیات کا جذبہ و ولولہ اور عملی جدّ وجہد بھی ہو۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرْ۔

بُرہان میں پچھلے دنوں غمگین دہلوی پر جو مضمون شائع ہوا ہے اس سلسلہ میں قاضی عبدالودود صاحب ایک والانامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "میرا یہ خیال نہ کبھی تھا اور نہ اب ہے کہ غمگین رنگین کے شاگرد نہ تھے۔ بُرہان میں جو میرا خط چھپا تھا اس میں اس کے خلاف درج ہے تو یہ طباعت کی غلطی ہے یا میرا سہوِ قلم۔